

رہا صوفی، گئی روشن ضمیری

تصوف کے نام پر تماشہ ”صوفی کانفرنس“ کے ابتدائی پروگرام کا آنکھوں دیکھا حال

تحریر: ابو خلاص چشتی اشرفی

بڑا شور تھا کہ ”صوفی انٹرنیشنل کانفرنس“ ملک کی تاریخ میں ایک بڑا انقلاب لے کر آئے گی، نئی تاریخ لکھی جائے ملک و بیرون ملک سے بڑے بڑے صوفیہ آئیں گے اور پوری دنیا کو تصوف کا سبق پڑھا کر دنیا کو امن و امان کا گہوارہ بنا دیں گے۔ ہم بھی بڑے مشتاق تھے کہ چلو جدید دور کے ”صوفیہ“ کے ان تاریخ ساز کارناموں کو ماتھے کی آنکھوں سے دیکھ کر خود کو خوش نصیبوں کی فہرست میں شامل کرالیں، سو ہم بھی ”صوفی کانفرنس“ کے ابتدائی پروگرام میں پہنچ گئے۔ یہ پروگرام وگیاں بھون نئی دہلی میں 17 مارچ 2016ء کو منعقد ہوا تھا۔ رنگین صوفیہ اور ست رنگی باتیں:

جب ہم محفل میں پہنچے تو بڑے خوب صورت پھولوں سے سجائے گئے اسٹیج پر رزق برق لباس میں ملبوس ”صوفیہ“ جلوہ فرماتے، رنگ برنگے کپڑے، کیمروں کی چمک کی وجہ سے چہرے گلنار، روحانیت نثار، آنکھوں میں انٹرنیشنل شہرت کی چمک بڑی صاف نظر آرہی تھی۔ ان عزت مآب صوفیہ کے ساتھ ایک ”سوٹ بوٹ“ والی شخصیت بھی وہاں براجمان تھی۔ ہم نے سوچا کہ ”سوٹ بوٹ“ والے صوفی مہاراج ضرور کوئی ماڈرن ملک کے ”صوفی“ ہوں گے۔ تفتیش کرنے پر معلوم ہوا کہ ”سوٹ بوٹ“ والے ”صوفی“ جو ناقتھن گریف تھے۔ جو بغیر اسلام قبول کئے ہی ”صوفی“ کے تحت شاہی پر براجمان ہو گئے ہیں۔ اور اسی لئے ان کو ”صوفیوں“ کے درمیان نمایاں جگہ دے کر ان کا ”سمان“ کیا گیا۔ ہم یہاں پر ہندوستان کے ہی چند ”صوفیوں“ کے اقتباس نقل کریں گے کیوں کہ یہاں ان کو جانا جاتا ہے امید ہے کہ اب انہیں ان کے کارناموں کی بدولت پہچانا بھی جائے گا۔ مخلوط اجتماع اور ”صوفی“ کا پروانہ تقدس:

جے کے اوپر کوٹ پہنے ایک ”صوفی“ بسطین حیدر صاحب مانک پر بولنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ (معاف کریں! بولنے کے لئے نہیں ارشاد فرمانے کے لئے، بولتے تو ہم جیسے عام مسلمان ہیں یہ تو ”صوفی“ ہیں یہ ارشاد فرماتے ہیں) انہوں نے اپنے خطاب کے آغاز میں فرمایا یہ ”مقدس اور پاک اجتماع علما و مشائخ بورڈ کی جدوجہد اور بانی بورڈ کی کاوشوں کا ثمرہ ہے۔“

”صوفی بسطین حیدر“ صاحب کی یہ بات سن کر تو ہم جیسا گنہگار مسلمان چونک پڑا کہ جس ”اجتماع“ میں یہودی عیسائی، ہندو، سکھ جیسے غیر مذاہب کے لوگ بھی موجود ہوں وہ اجتماع ”مقدس اور پاک“؟؟؟؟ اگر اجتماع میں صرف اہل اسلام ہوتے تو ضرور یہ بات کہا جانا مناسب ہوتا مگر بلا لحاظ سب کے جمع ہونے کو ”مقدس اور پاک“ کہنا، ان مقدس الفاظ سے ان کا تقدس چھین لینا اور پاکبازی کے ساتھ گھوننا مذاق کرنا ہے۔ جس کے لئے یہ الفاظ ضرور ماتم کناں ہوں گے۔

کانفرنس صوفیوں کی مولویوں کی نہیں:

اس کے بعد ایک اور ”صوفی مہاراج“ تشریف لائے جن کا ”شیہ نام“ تنویر ہاشمی صاحب ہے جو صوبہ کرناٹک کے کسی مزار کے مجاور ہیں۔ انہوں نے اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔ (ایک بار پھر معافی، فرمایا) کہ ”کچھ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ علمائے کرام اس کانفرنس کی مخالفت کر رہے ہیں تو میں نے بڑی محبت سے دو لفظوں میں انہیں یہ جواب دیا کہ یہ کانفرنس مولویوں کی نہیں ”صوفیوں“ کی ہے۔“

سبحان اللہ کیا محبت ہے ”صوفی صاحب“ کی کہ انہوں نے مولویوں کی جماعت کو ایک جھٹکے میں اپنی جماعت سے الگ کر کے جاہل صوفیوں کی اس بات کو سچ ثابت کر دیا کہ صوفی اور مولوی دونوں الگ، دونوں کی شریعت الگ ہوتی ہے۔ ”صوفی تنویر مہاراج“ کو مولویوں سے کوئی اللہ واسطے کا بیر معلوم پڑتا ہے، حالانکہ سننے میں آیا ہے کہ وہ خود بھی مولوی ہیں اب یہ فیصلہ تو مہاراج ہی کریں گے کہ ان کی مولویت کب ختم ہوئی اور انہوں نے صوفی کی ”پدوی کب گرہن“ کی۔ ”صوفی مہاراج“ کی یہ بات سن کر ان مولویوں کے چہرے اتر گئے جنہوں نے کئی ماہ سے اس کانفرنس کی حمایت میں شوشل میڈیا پر مہمیں کرتے کرتے اپنی انگلیوں کو گھس ڈالا، موبائل کی ٹچ اسکرین کو میسج کرتے کرتے کھرچ ڈالا مگر

افسوس! صوفی تنویر صاحب کو ان ”بے چارے مولویوں“ پر کوئی رحم نہ آیا جنہوں نے راتوں کو جاگ جاگ کر، نیٹ پیک ڈلو کر اپنی نیندیں خراب کر کے دوسروں کی نیندیں خراب کیں۔ تنویر مہاراج نے ایک ہی جھٹکے میں ان سب کے ارمانوں پر پانی نہیں سنائی پھیر دی۔ (پانی پھیرتے تو شاید کچھ احتجاج بھی کر سکتے تھے، جس کا ڈر تنویر مہاراج کو بھی ہوگا اسی لئے انہوں نے سنائی پھیری تاکہ کوئی احتجاج کے قابل نہ رہے اور سب سنائی میں بہہ جائیں اور ایسا ہی ہوا کہ اس کانفرنس کے حامی ”مولوی“ چاہ کر بھی کچھ نہ کر سکے اور دل کے ارمان دل میں ہی گھٹ کر رہ گئے)

مسجد صرف مسلمانوں کی، درگاہ سب کی:

”صوفی تنویر مہاراج“ نے یہ محبت بھرا جملہ بھی ارشاد فرمایا کہ مسجد صرف مسلمانوں کی جگہ ہے جہاں صرف مسلمان جاسکتے ہیں مگر درگاہ مرکز محبت ہے جہاں ہر انسان جاسکتا ہے۔“ مہاراج تنویر کا یہ ”محبت بھرا جملہ“ اور مسجد سے درگاہ کا غیر ضروری موازنہ آخر کس ذہنیت کی غمازی کرتا ہے؟ مسجد جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک خطہ زمین میں سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ سب سے محبوب جگہ کو لفظوں کے پھر میں گھما کر درگاہ سے کمتر ثابت کرنا کیا قول رسول ﷺ کی بے حرمتی نہیں ہے؟ بہت دیر تک ہم نے سوچ و چار کیا کہ آخر صوفی تنویر مہاراج نے ایسا ”محبت بھرا جملہ“ کیوں کہا؟؟ دماغ کو گھمایا تو جواب ملا کہ ”صوفی تنویر صاحب کو مولویوں سے اللہ واسطے کا بیر ہے اور وہ جانتے ہیں کہ مسجدوں میں تو صرف مولوی ہی ہوتا ہے اگر لوگوں کو مسجد کی طرف رغبت دلائی گئی تو کہیں ”ماڈرن صوفیوں“ کی دکان داری ٹھپ نہ پڑ جائے اس لئے انہوں نے حفظ ما تقدم کے طور پر پہلے ہی اس کا انتظام کر لیا کہ لوگوں کے ذہن کو مسجدوں سے ہٹا کر درگاہوں کی طرف لگاؤ تاکہ اپنے مرغ مسلم پر کوئی فرق نہ پڑے۔

تاریخ اسلام بتاتی ہے کہ اللہ عزوجل کے حبیب رسول اکرم ﷺ نے مسجدوں کو مرکز بنایا، دین کے تمام امور مسجد سے انجام دے مگر آج کے ”صوفی“ کہتے ہیں کہ مسجد صرف مسلمانوں کی جگہ ہے۔ ہاں یا ”صوفی“ مسجد بیشک مسلمانوں کے جانے کی جگہ ہے اب یہ فیصلہ تو آپ ”صوفیوں“ نے کرنا ہے کہ آپ خود کو کیا سمجھتے ہیں؟؟

صوفی کا تالی بجانا اور تالیاں بجوانا:

منج کا سچا لپن کرتے ہوئے ”صوفی خوشتر صاحب“ نے ایک دوسرے صوفی کو آواز لگائی کہ وہ اپنے چار در شکوں کے سامنے رکھیں، اور ناظرین سے کہا کہ پر جوش تالیوں سے ان کا استقبال کریں۔“

بس پھر کیا تھا سارے کے سارے ”صوفی“ داڑھی منڈے ہوں یا داڑھی والے سب نے تالیاں بجایا کر اپنے ہاتھوں کو لال کر لیا۔ گاؤں میں عموماً تالیاں بجانے والے لوگوں کو.... کہا جاتا ہے۔ اور لوگ بھی مجازاً کہا ہے ورنہ تو.... لوگ ہی کہاں ہوتے ہیں۔ ان.... کے علاوہ تالی بجانا کفار و مشرکین کا طریقہ رہا ہے جیسا کہ قرآن مقدس میں آیا ہے۔ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصَدِيَةً۔ (القرآن: سورہ انفال: ۳۵) ترجمہ: [نہ تھی ان کی نماز کعبے کے پاس مگر سیٹی اور تالی]۔

معالم میں ہے: حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت حسن بصری نے فرمایا قرآن مجید میں جو لفظ ”المکاء“ آیا ہے اس کے معنی سیٹی بجانا ہے اور تصدیہ کے معنی ہیں تالی بجانا۔ (فتاویٰ رضویہ)

ہو سکتا ہے اس حوالے کو دیکھ کر ”صوفی تنویر مہاراج کی طرح کوئی یہ کہہ دے کہ میاں یہ تو مولویوں کا ”فتویٰ“ ہے ہم صوفی ہیں مولوی کی کیوں مانیں؟ اس لئے ان ”ریڈی میڈ صوفیوں“ کی خدمت میں اور بجٹل صوفی حضرت سلطان المشائخ محبوب پاک کا حوالہ حاضر ہے، آپ مزامیر کی حرمت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ”امام اگر نماز میں بھول جائے تو مرد سبحان اللہ کہہ کر آگاہ کر سکتا ہے مگر عورت کو اس طرح کہنا جائز نہیں کیوں کہ اس کی آواز نہیں سنی جانی چاہیے اس کے لئے یہ ہدایت و حکم ہے وہ اپنے ایک ہاتھ کی پشت پر دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی مارے لیکن ہتھیلی کو ہتھیلی پر نہ مارے کیوں کہ یہ عمل لہو میں شمار ہوتا ہے یعنی تالی بجانا۔“ (سیر الاولیاء باب نہم در بیان وجد و سماع، فتاویٰ رضویہ جلد نہم قدیم)

اب ان ریڈی میڈ صوفیوں کو غور کرنا چاہیے کہ نماز جیسی اہم عبادت میں امام کو اس کی غلطی پر متنبہ کرنے کے لئے بھی تالی بجانے کی اجازت نہیں دی گئی بلکہ ہتھیلی کی پشت پر ہاتھ مارنے کا حکم دیا گیا۔ سلطان الاصفیا تو تالی بجانے سے اس قدر نفرت فرمائیں مگر آج کے ”میڈ ان چائنا صوفی“ جب کسی مہمان کو بلائیں تو ”پر جوش تالیوں سے استقبال“ کرائیں۔ واہ جی واہ کیا صوفیت ہے؟ اسی ”تصوف“ کے دم پر یہ تالی بجانے والے دنیا کو بدلنے نکلے ہیں۔ ہماری جماعت کا معمول تو یہ رہا کہ اپنی محفلوں میں کسی کو بلاتے ہیں تو اس کا استقبال سبحان اللہ اور نعروں کی صداؤں میں کرتے ہیں مگر دور حاضر کے ان ”صوفیائے کرام“ نے نہ جانے کس کی پیروی کرتے ہوئے سبحان اللہ کی دل نواز صدائیں چھوڑ کر عیسائیوں کا طرز عمل اختیار کیا اس کا جواب تو یہ تالی بجانے والے ”صوفیہ“ ہی دے سکتے ہیں۔

پی ایم کی آمد اور صوفیہ کا والہانہ استقبال:

ابھی پروگرام چل ہی رہا تھا کہ قائد اجلاس محترم اشرف میاں صاحب اسٹیج سے اٹھ کر باہر چلے گئے، ہم نے سوچا کہ کسی ضرورت کے تحت گئے ہوں گے۔ تھوڑی دیر کے بعد اسکرین پر باہر کا نظارہ دکھائی دینے لگا جہاں قائد اجلاس کھڑے ہو کر کسی کا انتظار کر رہے تھے۔ اچانک ہی ایک گاڑی آ کر رکی اور کمانڈوز نے گاڑی کو اپنے حصار میں لے لیا ہم سمجھ گئے کہ ”مان نیہ پردھان منتری جی“ آ گئے ہیں گاڑی کا دروازہ کھلا اور آنے والی شخصیت جیسے ہی باہر آئی فوراً قائد اجلاس نے ہاتھ پھیلا کر مودی جی کا ”سواگت“ کیا اور اپنے ساتھ لے کر ہال میں تشریف لائے۔ میرے بغل میں بیٹھے ہوئے ایک عزیز گویا ہوئے کہ یار! کیا اسٹیج پر موجود سادات کرام مودی کا کھڑے ہو کر استقبال کریں گے؟ ابھی وہ یہ بات کہہ کر

فارغ نہ ہوئے تھے کہ قائد اجلاس پردھان منتری جی کو لیکر اسٹیج تک پہنچ گئے بس پھر کیا تھا اسٹیج پر موجود سادات و دیگر ”صوفیہ“ نے کھڑے ہو کر اپنے مہمان خصوصی کا استقبال کیا اور بصداد و احترام پردھان منتری جی کو ان کی کرسی تک بٹھا کر آئے۔ اب یہاں ان ”صوفیوں“ سے یہ پوچھنا سراسر گستاخی ہوگی کہ ان صوفیوں کے سامنے وقت کا کتنا ہی بڑا عالم دین، محدث عصر اور فقیہ بے بدل ہی کیوں نہ آجائے مگر یہ ”صوفی“ کبھی کسی عالم دین کو عزت دینے کے لئے کھڑے نہیں ہو سکتے۔ ارے جناب کھڑا ہونا تو دور کی بات ہے یہ صوفی تو اپنے مقام سے ہلنے کو بھی کسرِ شان سمجھیں گے مگر ان ”صوفیوں“ کی وہ جھوٹی انا، بڑے پن کا احساس، خود کو سب سے مفتخر اور معظم سمجھنے کا جذبہ ایک ”غیر مسلم کے چرنوں“ میں نثار ہو گیا۔ ہم اپنے قارئین سے بھی پوچھنا چاہیں گے کہ کیا آپ نے کسی ”پیر صوفی“ کو کسی عالم کے اعزاز میں کھڑے ہو کر استقبال کرتے دیکھا ہے؟ جواب عام طور پر نہیں میں ہوگا الا ماشاء اللہ۔ آخر کیوں جب ایک غیر مسلم کے لئے یہ ”سادات، پیر صوفی“ کھڑے ہو سکتے ہیں تو ایک عالم جو وارثِ رسول ہوتا ہے، جو ملت کی زلف پریشاں کو سنوارتا ہے، جس کو دیکھنا عبادت قرار دیا گیا اس کی تعظیم کے لئے ان صوفیوں کا دل اتنا تنگ ہو جاتا ہے کہ ذرا سی جنبش بھی انہیں اپنی توہین معلوم ہوتی ہے۔ مگر ایک دنیاوی منصب پر بیٹھے ہوئے شخص کے لئے یہ ”صوفیہ“ سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ کیا خوب تماشہ ہے کہ ان ”صوفیہ“ کو نائین رسول کی تعظیم سے پرہیز ہے اور کافروں کی تعظیم بڑے خوش ہو کر کرتے ہیں۔

قائد اجلاس کا خطاب:

درمیان اجلاس کچھ غیر ملکی مندوبین بھی تشریف لاتے رہے اور اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہے اخیراً قائد اجلاس جناب اشرف میاں صاحب خود تشریف لائے اور رک رک کر اپنی گفتگو کا دور شروع کیا۔ (رک اس لئے کہ پیر صاحب خلافِ عادت لکھا ہوا بول رہے تھے اس لئے بار بار پرچے کی طرف دیکھنا پڑتا تھا) انہوں نے بڑے فخریہ انداز میں کہا کہ ”آج میرے جدِ اعلیٰ، حضرت مخدوم سمنان اور میرے دیگر بزرگوں کی روچیں بڑی خوش ہوگی کہ ان کے فرزند نے کتنا بڑا کام انجام دیا۔“ اب ہم نہ تو صوفی ہیں کہ کشف سے کچھ بتا دیں اور نہ عالم بالا کے حالات نگاہوں کے سامنے ہیں مگر اتنا ضرور جانتے ہیں کہ حضرت مخدوم سمنان سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ تبلیغ اسلام اور ”حصول تصوف کی خاطر حکومت و اقتدار کو ٹھوکر مار کر آئے تھے“ مگر ان کے نام پاک سے نسبت رکھنے والا ان کا فرزند ”حصول اقتدار کی خاطر تصوف کی جگہ ہنسائی پر آمادہ ہے“ اور نہ جانے کیوں اہل اقتدار کے ارد گرد گھومنے کو ترجیح دے رہا ہے؟

ایک معمر ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا۔

ایسا صرف ہم نہیں بول رہے بلکہ ہال میں موجود کئی حساس افراد نے اس بات کا اظہار کیا۔ ان بزرگوں کے نقش کف پاکی دھول پا کر فیض یاب ہونے والے تو برسرِ عام یہ اعلان کرتے ہیں:

سرچھ کا یا نہیں تلوار سے اونچا رکھا : اپنے کردار کو دستار سے اونچا رکھا

کبھی دربار میں شاہوں کے قصیدے نہ پڑھے : خود کو ہر صاحب دربار سے اونچا رکھا

مگر خدا جانے کہ ان بزرگوں سے نسبی تعلق رکھنے والے ”صوفیہ“ نے یہ فیض اور پیغام کیوں حاصل نہ کیا؟ جسے حاصل کر کے کتنے ذرے آفتاب بن کر چمکے اور کتنے فقیر بادشاہ بن کر ابھرے، مگر آخر یہی کہنا پڑتا ہے ع

یہ تو اپنا اپنا ہے حوصلہ یہ تو اپنی اپنی اڑان ہے : کوئی اڑ کے رہ گیا بام تک کوئی کہکشاں سے گزر گیا

قائد اجلاس نے اخیر میں بڑی محبت، اپنائیت اور لگاؤ سے یہ کہتے ہوئے پردھان منتری جی کو دعوتِ خطاب دی کہ ”میں بولنا تو چاہتا تھا مگر میں آگے بھی کئی دن بولوں گا اور میں آپ کے اور اپنے پردھان منتری جی کے مابین حائل نہیں ہونا چاہتا اس لئے آئیے اب ہم ان کو سماعت کرتے ہیں۔“

یہ کہتے ہوئے قائد اجلاس کے من موہنے مکھ سے واقعی چاشنی اور شہد کے ٹپکنے کا احساس ہو رہا تھا یہی وہ لہجہ تھا جس پر ہمارے ”مان نیہ پردھا منتری جی“ موہت ہو گئے تھے اور اپنے ماہانہ ریڈیو پروگرام ”من کی بات“ میں اس کا برملا اظہار کیا تھا۔

پردھان منتری کی آمد اور بھارت ماتا کی جے کے نعروں سے سوا گت:

مودی جی آئے ان کے استقبال میں ”بھارت ماتا کی جے“ کے فلک شکاف نعروں کی گونج سے پورا وگیاں بھون گجائے مان ہو گیا۔ کچھ لحظات کے لیے تو ہم اور ہمارے جیسے لوگ سناٹے میں آ گئے کہ یہ کیا ہوا؟ فوراً دل نے کہا کہ ”صوفیہ“ اس شریک کے نعرے کا ردِ ضرور کریں گے مگر افسوس! سارے ”صوفی“ صم بکم عمی کی تصویر بن گئے یا دوسرے لفظوں میں کہہ لیں کہ ”گانڈھی جی کے بندر“ بن گئے۔ نہ دیکھا، نہ سنا اور نہ کچھ بولنے کی توفیق ملی، اب حامیان اجلاس لاکھ کہیں کہ یہ نعرہ ہم نے نہیں لگایا مگر وہ اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ یہ ”کفریہ نعرہ“ انہیں کی محفل میں لگایا گیا اور سارے ”صوفیہ“ اپنی زبان پر ”چنگی میں چپکانے والی Fevstic“ لگائے بیٹھے رہے۔ کسی صوفی نے اس نعرے کے متعلق اسلامی

نظریہ بیان کرنے کی کوشش نہیں کی۔ میڈیا والوں نے اسے بریکنگ نیوز بنا کر خوب چلایا اور دنیا کے سامنے ”صوفیہ“ کو کفر و شرک کا حامی ثابت کرنے میں کوئی کورسز باقی نہیں رکھی۔ ایک طرف دنیوی سیاست داں ہیں جو اس نعرے کو لگانے سے تمام تر مخالفتوں کے باوجود انکار کرتے ہیں دوسری طرف میڈیا ”صوفیہ“ کے حوالے سے یہ خبر نشر کرتا ہے کہ ”ورلڈ صوفی فورم“ میں بھارت ماتا کی جے کے نعرے لگائے گئے۔ ہندوستان کا رہنے والا ہر غیر مسلمان ان ”ریڈی میڈ صوفیوں“ سے یہ ضرور جاننا چاہے گا کہ کہاں گئی ”صوفیہ“ کی عزیمت؟ کہاں گیا ان کا جلال و جبروت؟ کہاں گیا ان کا جذبہ حق گوئی؟ کہاں گیا ان کا جذبہ حق کا جذبہ؟ مگر افسوس! ان ”صوفیہ“ پر کتنی بڑی رسوائی اور جگ ہنسائی کے باوجود ان کے چہروں پر ندامت کا کوئی اثر نظر نہ آیا بلکہ بعض ”صوفی“ تو اس کی تاویل کرتے نظر آئے صحیح کہا ہے کسی نے ”مودی بھکت باش و ہر چہ خواہی گفت۔“

صوفیوں کی محفل میں وہابیوں کی اعلانیہ تعریف:

”وہابی کی امامت قبول ہے نہ قیادت“ کا نعرہ لگانے والے ”صوفیہ“ اس وقت بھی کوئی احتجاج نہ کر سکے جب پردھان منتری جی نے آزاد خیال اور دنیا پرست ابوالکلام آزاد اور وہابی مولوی حسین احمد مدنی سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کو ہندوستانی مسلمانوں کا روحانی پیشوا قرار دیا۔ ”صوفیوں“ کی محفل میں وہابیوں کا تذکرہ بڑی عزت اور احترام سے کیا گیا اور ان کو مسلمانان ہند کا رول ماڈل قرار دیا گیا مگر کسی ”صوفی“ کی پیشانی پر بل تک نہ آیا بلکہ سارے کے سارے صوفی گونگے کا گڑکھا کر بیٹھے رہے۔ صوفیوں کی غیرت و استقامت، عزیمت و خودداری اور شیرانہ لاکار کا دم بھرنے والے یہ ”صوفی“ و گیان بھون میں آخر بھگی لٹی کیوں بن گئے؟ اس کا مطلب تو یہ نکلتا ہے کہ یہ ”میڈان چانکا صوفی“ صرف عوام اہل سنت کو بہکانے کے لئے یہ نعرہ لگاتے ہیں۔ ورنہ تو یہ بڑا اچھا موقع تھا ملک کے پردھان منتری کو حقیقت حال بتانے کا کہ یہ وہی حسین مدنی اور ابوالکلام آزاد ہی تھے جنہوں نے ”قاسمی بل“ بنوا کر سنی مسلمانوں کی اوقاف کی جائیدادوں پر غاصبانہ قبضہ کر لیا، ہماری خانقاہیں وہابیوں کے قبضے میں پہنچ گئیں، مدارس اہل سنت پر وہابیوں کا قبضہ ہو گیا تمام حکومتی اداروں میں ان غاصب وہابیوں نے سنی مسلمانوں کو بے دخل کر دیا اور اس سارے ظلم و ستم کا سب سے بڑا ذمہ دار حسین مدنی اور ابوالکلام آزاد تھا۔ کس قدر بے شرمی کی بات ہے کہ جن لٹیروں کی وجہ سے سنی مسلمان 70 سال سے بے دست و پا بنا ہوا ہے انہیں لٹیروں کا ذکر مظلوموں کی محفل میں ”ہیروں“ کی طرح کیا جاتا ہے اور کسی کی پیشانی شکن آلود نہیں ہوتی آخر اس کو کیا سمجھا جائے؟ کیا یہ سارے ”صوفی“ پردھان منتری سے مرعوب ہو گئے تھے؟ اگر مرعوب ہو گئے تھے تو آج ہی اپنا ”صوفیت“ کا دعویٰ واپس لے لیں کیوں کہ جو بزدل ہوتا ہے وہ صوفی نہیں ہوتا اور جو صوفی ہوتا ہے وہ بزدل نہیں ہوتا۔ اور اگر یہ ”صوفی“ مرعوب نہیں ہوئے تھے بلکہ کسی مصلحت کے تحت خاموش رہے تو پھر قوم کو یہ بتایا جائے کہ ”عزیمت“ کس چڑیا کا نام ہے، ”جابر سلطان کے سامنے حق کلمہ کہنا افضل جہاد ہے“ اس پر عمل کیا کھیت میں کام کرنے والا مسلمان کرے گا؟ اے دنیا دار صوفیوں! تم سے اچھا تو سنہیل کا مسلم ایم پی نکلا جس نے بھری پارلیمنٹ میں ”وندے ماترم“ جیسے شرکیہ نعرے کو لگانے سے انکار کر کے غیرت مسلم کا وقار قائم کیا، تم سے زیادہ غیور تو ممبئی کا وہ ایم ایل اے نکلا جس نے اسمبلی سے سس پینڈ ہونا گوارا کیا مگر ”بھارت ماتا کی جے“ جیسا کفریہ نعرہ لگانا پسند نہ کیا۔ آخر تمہیں P.M.O نے ایسا کیا کھلا دیا کہ تمہاری زبانیں حق بیانی سے قاصر ہو گئیں؟ تاریخ کے صفحات میں تمہارا نام بھی ”میر جعفر اور میر صادق“ جیسوں کے ساتھ لکھا جائے گا۔

ہمارے پردھان منتری جی کو بھاشن میں بڑی مہارت حاصل ہے اس گلا کا اُپیگ انہوں نے و گیان بھون میں بھی کیا۔ اگر صرف ظاہری بھاشن کی بات کی جائے تو یہ بات کہی جائے گی کہ ہندوستانی ”صوفیوں“ سے زیادہ معلوماتی اور تاریخی حقائق سے بھرپور بھاشن پی ایم صاحب کارہا۔ باقی ”صوفیوں“ کے بھاشن میں کچھ دم نہیں تھا۔

بھاشن کے بعد ثقافت کا دور:

بھاشن کا دور ختم ہو جانے کے بعد ”ثقافت“ کا دور شروع ہوا جس میں داڑھی منڈے والوں کو اسٹیج پر لایا گیا (شاید یہی میڈان چانکا صوفیوں کی ثقافت ہے) ان قوالوں نے سب سے پہلے (ان صوفیوں سے بھی پہلے) پردھان منتری جی کی شان میں یہ شعر پیش کیا:

صبا تمہارے لیے مشک بار آئی ہے : تمہارے قدموں پہ ہونے ٹار آئی ہے

خدا کرے تمہیں ”عمر خضر“ مل جائے : تمہارے دم سے چمن میں بہا آئی ہے

کسی غیر مسلم کے لئے ”عمر خضر“ کی دعا کرنا اور وہ بھی ایسے شخص کے لئے جس کے دامن پر ہزاروں بے گناہ مسلموں کے خون کا الزام ہے۔ ہمیں سمجھ نہیں آیا کہ آخر یہ کون سا ”قصوف“ ہے جو ظالم کے لیے عمر خضر کی دعا کرتا ہے۔ اب ہم کوئی مفتی تو ہیں نہیں کہ ان اشعار پر کوئی شرعی حکم جاری فرمائیں (ویسے بھی ان ”صوفیوں“ پر شرعی حکم سے کیا فرق پڑتا ہے یہ تو تالی بجانے اور دھمال مچانے والے ہیں انہوں نے پہلے ہی کوئی شرعی ضابطہ کون سامانا ہے جو آج مانیں گے) لیکن ہاں! اتنا ضرور کہیں گے کبھی تنہائی میں بیٹھ کر ان مظلوم مسلمانوں کے زخموں کا خیال ضرور کرنا جنہوں نے گجرات فسادات میں اپنا سب کچھ کھو دیا، مال و دولت کے ساتھ ساتھ جن کے گھروں کی عزت و آبرو سب لوٹ لی گئی، تمہارے اس طرز عمل سے ان کو کتنی تکلیف ہوئی ہوگی۔

ناچ رنگ کا دھمال:

قوالی کا پہلا دور ختم ہو جانے کے بعد پردھان منتری جی تو چلے گئے مگر ابھی ”ثقافت“ کا دوسرا دور باقی تھا۔ اس بار قوالوں کے ساتھ پانچ جمورے بھی تھے، قوال گارہے تھے اور یہ پانچ جمورے ایک ہی طرح کی ڈریس پہنے ہوئے جم کر ”دھمال و ناچ“ سے ”صوفیہ“ کو محفوظ کر رہے تھے۔ سارے کے سارے ”صوفیہ“ بڑی دل چسپی سے اس ”صوفی ڈانس“ کا مزہ لے رہے تھے اور ”ثواب“ بھی کمار رہے تھے، شاید انہیں ”صوفیا“ لئے کسی نے کہا ہے ع
رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی۔

غیر محرم عورتوں کے ساتھ ”صوفیوں“ کی فوٹو بازی:

”صوفیوں“ کی ثقافت کا ایک بدترین نمونہ یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ انہوں نے آدھے ادھورے کپڑوں میں چمکتی پھر رہی عورتوں کے ساتھ جم کر فوٹو بازی کی اور کسی کا دل نہ توڑا، بعض خواتین تو اتنی خوش نصیب نکلیں کہ ”صوفیہ“ نے ان کے ساتھ بیٹھ کر بڑی محبت اور چاہ سے چائے کی چسکیاں بھی لیں۔ خدا بچائے ایسی چاہ سے کسی شاعر نے کہا ہے ع
جو چاہ میں گرائے بہانے سے چائے کے : ہم کو ایسا چاہنے والا نہ چاہیے
چلتے چلتے ایک عزیز گویا ہوئے کہ اجنبی ادھنگی عورتوں کے ساتھ چائے پینا جائز ہے؟ میں نے کہا میاں! جائز و ناجائز کی بات ”مولوی“ کرتا ہے اور یہ ”صوفیوں“ کی محفل ہے
”فتوے بازی“ نہ کریں اور ”صوفیوں“ کے یہاں مولویوں والی باتیں نہیں چلتیں اس لیے دیکھو اور چلتے بنو۔

”صوفیوں“ کے کچھ دیگر ”زریں کارنامے“:

ہم آنکھوں دیکھا حال بیان کر رہے ہیں اس لئے ہم جانب داری سے قطعاً کام نہیں لیں گے جو بھی دیکھا اسے عوام تک پہنچانا ہماری اسلامی ذمہ داری ہے۔ ہمارے جملوں سے کوئی اختلاف کر سکتا ہے مگر ہمارے دیکھے ہوئے کو غلط ثابت نہیں کر سکتا۔ اس پروگرام میں جہاں یہ سارے کام انجام دیے جا رہے تھے وہیں ایک بہت ہی اچھا انتظام بھی کیا گیا تھا جس کی ہم کھلے دل سے تعریف کرتے ہیں، اور وہ تھا نماز کے لئے اچھا اور عمدہ انتظام۔ وضو کرنے کے لئے پانی کا ٹینک اور نئے لوٹوں کا بندوبست تھا اور نماز کے لئے عمدہ قسم کا کالین بچھا ہوا تھا تنظیمیں اس کام کے لئے تعریف کے حقدار ہیں۔ لیکن ساتھ میں اس بات کو بھی ماننا پڑے گا کہ ”صوفی“ لوگ یہاں بھی ڈنڈی مار گئے نماز کا انتظام تو کیا مگر نماز پڑھی کتنوں نے؟ یہاں پر ڈاکٹر اقبال کا ایک شعر یاد آتا ہے:

مسجد تو بنالی شب بھر میں ایمان کی حرارت والوں نے : من اپنا پرانا پانی تھا برسوں میں نمازی بن نہ سکا

اب ایک نظر کچھ ”احوال صوفیہ“ پر:

☆ تمام حاضرین میں بمشکل 5 پریسٹ لوگوں نے نماز پڑھی باقی سارے ”صوفی“ ادھر ادھر مٹر گشتی کرتے رہے۔

☆ چائے ناشتہ کرتے ہوئے قریب 90 پریسٹ لوگوں نے کھڑے ہو کر کھایا پیا۔

☆ کھلے بازو اور بدن اگھاڑ و کپڑے پہنے ہوئے ادھنگی خواتین نے بیروں (پڑوں بھی پڑھ سکتے ہیں) اور مجاوروں کے ساتھ جم کر فوٹو کھینچوائے۔

☆ بدن دکھانے والی ان خواتین نے ”معزز پیران کرام“ کے ساتھ بڑی ”بے پردگی، محبت اور اپنائیت“ کے ساتھ چائے کی چسکیاں بھی لیں۔

☆ بڑے صوفی حضرات تو نماز کے آس پاس تک نظر نہیں آئے۔ (ڈرلگ گیا ہوگا کہیں کوئی ”مولوی“ نہ کہہ دے اسی وجہ سے انہوں نے ”مسجد“ سے دوری بنالی)

☆ مرد صوفیوں کے ساتھ ساتھ ”لیڈرز صوفیاں“ بھی اچھی تعداد میں موجود تھیں اور مردوں کے دوش بدوش تھیں۔ پردے کا معقول تو چھوڑیے غیر معقول انتظام بھی

نہیں تھا۔ (کرتے بھی کیوں ”صوفی“ جو ٹھہرے)

☆ پورے پروگرام میں ”صوفیوں“ نے جم کر تالیاں بجائیں مگر کسی ”صوفی“ کو محبوب الہی کی نصیحت یاد نہ آئی کہ آپ نے نماز میں غلطی پر متنبہ کرنے لئے بھی عورت کو تالی بجانے سے منع فرمایا۔

☆ علما و صوفیا اپنی محفلوں کا آغاز تلاوت کلام اللہ سے کرتے ہیں مگر نہ جانے یہ کون سے ”صوفی“ ہیں جنہوں نے اپنی محفل کو تلاوت قرآن سے محروم رکھا۔

☆ ایک طرف نماز عشا کا وقت تھا تو ”صوفی حضرات“ ڈھولک کی تھاپ پر ”دھمال اور بھاگڑے“ میں مصروف تھے۔

یہ تھا ”صوفیوں“ کے پروگرام کے آنکھوں دیکھے حال کی چند جھلکیاں! جن سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جو لوگ اپنے پروگرام میں قدم قدم پر اس طرح شریعت کو پامال کر رہے

ہوں، ایسے بھاگڑے اور تالی بجانے والے پوری دنیا کو بدلنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ کیا یہ لوگ جو خود کو نہیں بدل سکتے معاشرے کو بدل پائیں گے؟

تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ صوفیہ کی مقدس جماعت نے ہر دور میں اپنے عہد کے حالات کو متاثر کیا مگر وہ مقدس افراد حب خدا و رسول سے سرشار تھے اور یہ ”باتوں کے ماسٹر صوفی“ حب جاہ اور اقتدار کے نشے میں سرشار ہیں۔ اس لیے یہ کیا حالات پر اثر انداز ہوں گے یہ تو خود ہی حالات سے متاثر ہو چکے ہیں۔
یہ ”مودی برانڈ صوفی“ کسی کی ماننے والے تو ہیں نہیں پھر بھی آئینہ دکھا دیتے ہیں شاید کسی وقت دل کی دنیا سے حرص و ہوس کا پردہ ہٹے اور صبح کا اجالا نظر آئے۔
ایسے ہی دنیا دار صوفیوں کے لیے لاہور کے درویش ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا اور کیا خوب کہا تھا: بے

نہ مؤمن نہ مؤمن کی امیری : رہا صوفی، گئی روشن ضمیری
خدا سے پھر وہی قلب و نظر مانگ : نہیں ممکن امیری بے فقیری